۴

دہلیز

امجد اسلام امجد (۱۹۴۴ء۔ ۲۰۲۳ء)

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- کسی ڈرامے کو پڑھتے ہوئے اس میں موجود مکالمے کی ترتیب و پیش کش کو سمجھتے ہوئے ڈرامے پر اس کے اثر کا تجزیہ کر سکیں۔
- کہانی/مضمون/سفرنامے/افسانے، ڈرامے کے اجزا اور ادبی محاسن کو شناخت کر سکیں۔
- ڈیجیٹل لائبریری/لائبریری کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھتے ہوئے اس کا استعمال کر سکیں۔
- ہدایات و اشارات کے مطابق کسی نادیدہ اقتباس (منظوم و منثور) کی تفہیم/تنقید و تجزیہ/تبصرہ کر سکیں۔
- متشابہات کو نظم/نثر کے ربط و تسلسل اور تاثر سے شناخت کرتے ہوئے اس کا برمحل استعمال کر سکیں۔
- سابقوں اور لاحقوں کا تحریر میں استعمال کر سکیں۔

شاملِ نصاب ڈرامے کے کردار

رحمان: احمد علی کے پلازے کا نقشہ فائنل کرنے والا

احمد علی: ایک کاروباری شخص جو ایک نئے پلازہ کی تعمیر کر رہا ہے

عابد: احمد علی کا بیٹا، جو ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنے رشتے کے چچا فقیر علی کا مکان خالی کرانے کا خواہش مند

فقیر حسین: احمد علی کا رشتے کا بھائی، جس نے ساری زندگی قناعت اور خودداری میں گزاری اور کسی ناجائز بات پر سمجھوتہ نہیں کرتا۔

سعیدہ: فقیر حسین کی بیٹی۔

اختر: فورتھ ایئر کا طالب علم لیکن وسائل نہ ہونے کے باعث، کالج جانا چھوڑ دیتا ہے۔

(احمد علی شہر میں ایک نئے پلازے کی تعمیر کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ رحمان اسے پلازے کے متعلق بریفنگ دینے آتا ہے۔ دورانِ گفتگو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر پلازے سے ملحق مکان کی پانچ سو گز زمین میسر آ جائے تو ایک عدد سنیما گراؤنڈ فلور پر تعمیر ہو جائے گا۔ اتفاق سے مطلوبہ زمین پر بنا مکان احمد علی کے قریبی عزیز فقیر حسین کا ہوتا ہے۔ احمد علی اپنے اس رشتے کے بھائی کے مزاج سے واقف ہے اس لیے معاملے کو صلح جوئی سے حل کرنے کی غرض سے برسوں بعد فقیر حسین کے گھر جاتا ہے جہاں اسے پتا چلتا ہے کہ فقیر حسین کا بیٹا مالی تنگ دستی کی وجہ سے پڑھائی چھوڑ چکا ہے۔ فقیر حسین اور اس کے اہلِ خانہ کو کھانے کی دعوت دے کر احمد علی گھر لوٹ آتا ہے۔ اس دوران احمد علی کا بیٹا عابد اپنی تمام تر ہٹ دھرمی، زور زبردستی سے مکان لینے ضد کرتا ہے۔ احمد علی اشاروں کنایوں میں فقیر حسین کو مکان بیچنے کا کہتا ہے اور بدلے میں شہر میں کسی بہتر جگہ پر رہائش کا بندوبست کرنے کی پیش کش کرتا ہے لیکن فقیر حسین کسی طور رضامند نہیں ہوتا۔)

رحمان: (ایک مقام پر انگلی رکھتے ہوئے) یہ دیکھیے یہ PASSAGE میں نے اس طرح رکھا ہے کہ ہر بلاک کا COVERED LAND بھی متاثر نہ ہو اور ہمیں ہر فلور پر ایک سو گاڑیوں کی پارکنگ بھی مل جائے۔

احمد: گڈ

احمد علی سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتا ہے۔

یہ انٹرنس ہے۔ یہاں سے اندر کی طرف تین ٹرن ہیں اور ہر ٹرن کے ساتھ پارکنگ ہے۔ اسی طرح تین ٹرن باہر کی طرف ہیں جو EXIT کے PASSAGE میں کھلتے ہیں۔ یوں سمجھیے کہ یہ ایک طرح سے ون وے ٹریفک سسٹم بن جائے گا۔

احمد: گڈ!!

ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے

اچھا یہ کینٹے ٹیریاز اب یہاں آ گئے ہیں---- یہ بہتر ہے---- اب فاصلہ ہر طرف سے کم ہو گیا ہے

------ یہ سنیما کے لیے جگہ کچھ کم نہیں؟

رحمان: اس کے لیے میں نے بہت کوشش کی ہے احمد صاحب۔ سیکنڈ فلور پر اس سے زیادہ کی گنجائش ممکن نہیں اور یوں بھی میرے خیال میں سنیما گراؤنڈ فلور پر ہی ہونا چاہیے۔

احمد: تمھارا کیا خیال ہے عابد۔

عابد: رحمان صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈیڈی---- ایک تو ہماری پبلک ابھی اس طرح کے سینما کی عادی نہیں ہے۔ اور پھر سیکنڈ فلور پر سینما ہال بنانے سے پورے فلور کی مارکیٹ متاثر ہو گی۔

احمد: لیکن گراؤنڈ فلور پر سنیما کے لیے جگہ کیسے نکل سکتی ہے اصل FARNING تو یہیں سے ہونی ہے۔

رحمان: (نقشے کے کنارے پر انگلی رکھتے ہوئے) یہاں اگر مجھے پانچ سو گز زمین بھی مل جائے تو میں آپ کو سینما ہال گراؤنڈ فلور پر دے سکتا ہوں بغیر کسی چیز کو DISTURB کیے۔

احمد: (اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے) کیسے؟

رحمان: یہ دیکھیے یہاں ہم نے پارکنگ کے لیے یہ بلاک چھوڑا ہے۔ اس کے ساتھ اگر یہ ٹکڑا اور مل جائے تو---- میرا خیال ہے کہ کام بن جائے گا۔

احمد: یہ گودام کا ایریا ہے نا-----

رحمان: جی۔

احمد: اس کے ساتھ تو فقیر حسین کا مکان ہے۔

عابد: تو کیا ہوا؟ ان سے خالی کرا لیں گے۔

www.ilmkidunya.com

احمد: خالی: ہاں مگر---- وہ ذرا خر دماغ قسم کا آدمی ہے۔

عابد: خر دماغ کو ہینڈل کرنا مجھے خوب آتا ہے۔ آپ ان سے بات کریں اگر آرام سے مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ۔

رحمان اس کی طرف حیرت سے دیکھتا ہے۔

عابد بات کا انداز بدلتا ہے۔

میرا مطلب ہے اگر وہ عزیز رشتہ دار ہو کر ہمارا لحاظ نہیں کرتے تو ہمیں بھی حق ہے کہ ------

رحمان: دیکھیے جناب اگر آپ Litigation کے چکر میں پڑ گئے تو بات لمبی ہو جائے گی۔

عابد: یہ جن کا مکان ہے ہمارے رشتے کے چچا ہوتے ہیں۔ ان شا اللہ ہم کورٹ وغیرہ کے چکر میں پڑے بغیر ان سے معاملہ Settle کر لیں گے۔ کیوں ڈیڈ؟؟؟

احمد: وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں پھر عرض کروں گا کہ کورٹ وغیرہ کے چکر میں نہ پڑیے گا۔ زمین سے بے دخلی کے مقدمات برسوں تک چلتے رہتے ہیں۔

احمد: جی ہاں اس کا اندازہ ہے مجھے۔

رحمان: (نقشے وغیرہ سمیٹ کر بریف کیس اٹھاتا ہے) اچھا خدا حافظ۔

احمد: (دروازے تک ساتھ جاتے ہوئے) خدا حافظ۔

رحمان جاتا ہے۔ احمد، عابد کی طرف مڑتا ہے، قریب آتا ہے۔

تمھیں رحمان کے سامنے یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔

عابد: سوری ڈیڈی۔ دراصل---- لیکن ایک بات طے ہے کہ چچا فقیر حسین کو وہ جگہ چھوڑنی ہو گی ہم انھیں اس کے بدلے میں------

احمد: تم فقیر حسین کو نہیں جانتے بیٹا۔ وہ بہت عجیب قسم کا آدمی ہے۔ اب دیکھو ساری عمر اس نے پوسٹ ماسٹری اور غربت میں گزار دی ہے لیکن آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میرے پاس بھی کبھی نہیں آیا۔ ایسے آدمی بہت مشکل ہوتے ہیں۔

عابد: آپ انھیں خواہ مخواہ اتنا Over Estimate کر رہے ہیں۔

احمد: تم تو اکثر گودام کی طرف جاتے ہو، کبھی ملے ہو اس سے۔

عابد: (نفی میں سر ہلاتے ہوئے) خالد بھائی البتہ کبھی کبھی جاتے ہیں اُن کی طرف۔

احمد: (سوچتے ہوئے) اچھا (عابد سے) تم اس سلسلے میں کوئی بات نہ کرنا۔ یہ کام بہت احتیاط سے کرنے کا ہے۔

عابد ایسے انداز سے کندھے جھٹکتا ہے جیسے کہہ رہا ہو "آپ کی مرضی"

سین نمبر ۴

رات کا وقت

(فقیر حسین اپنے بستر میں لیٹا کچھ پڑھ رہا ہے۔ قریب ہی سعیدہ چارپائی کے آگے تپائی رکھے کسی کتاب سے کچھ پڑھ کر لکھتی ہے۔ چند لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ دوبارہ دستک کی آواز کے ساتھ ہی احمد علی کی آواز آتی ہے۔)

بھائی فقیر حسین!!!

(فقیر حسین دروازے کی طرف حیرت سے بڑھتا ہے دروازہ کھولتا ہے، احمد علی کو دیکھ کر مزید حیرت زدہ ہوتا ہے پھر گھبرا کر پوچھتا ہے۔)

فقیر حسین: کیا بات ہے احمد علی خیریت تو ہے؟

احمد علی: (قدرے پریشانی میں مسکراتے ہوئے) ہاں سب خیریت ہے۔ کیوں؟

فقیر حسین: آج شاید پندرہ بیس برس بعد تم نے اس دہلیز پر قدم رکھا ہے، میں تو ڈر گیا تھا کہ شاید---

احمد علی: اچھا اب زیادہ شرمندہ نہیں کرو تم کون سا آئے ہو میری طرف۔

سعیدہ: اٹھ کر قریب آتے ہوئے، اندر آئیے نا چچا جان۔

احمد علی: بھئی یہ تمھارا والد رستہ چھوڑے تو پھر ہے نا---- مجھے لگتا ہے اسے میرا آنا اچھا ہی نہیں لگا۔

فقیر حسین: (جلدی سے پیچھے ہٹتے ہوئے) اوہ معاف کرنا۔ آؤ سعیدہ بیٹی!! اختر کے کمرے سے کرسی لے آؤ۔

احمد علی: ارے نہیں میں، یہیں بیٹھ جاتا ہوں تمھارے پاس۔

سعیدہ: جی۔

احمد علی: ماشاء اللہ کتنی بڑی ہو گئی ہو۔ خالد بتا رہا تھا کہ وہ تم لوگوں سے ملتا رہتا ہے۔ میں تو اس فیکٹری کی بک بک میں ایسا پڑا ہوں کی دین و دنیا سے گیا ہوں صبح سے رات تک کولہو کے بیل کی طرح کام کرنا پڑتا ہے---- عزیز رشتہ داروں سے ملنے کا وقت نہیں ملتا۔

فقیر حسین: وقت ملتا نہیں احمد علی نکالا جاتا ہے۔ اللہ نے تمھیں اتنا دیا ہے کس لیے: کہ تم اسے احسن طریقے سے خرچ کرتا کہ دین و دنیا دونوں میں تمھیں راحت نصیب ہو۔ لیکن تم ہندسوں کو ضربیں دینے کے چکر میں ایسے پڑے ہو کہ تمھیں اور کسی طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

سعیدہ: اوہو ابو!! احمد چچا اتنے برسوں کے بعد ہمارے گھر آئے ہیں اور آپ--- کیا پئیں گے آپ؟

احمد علی: نہ بیٹی میں گھر سے کھانا کھا کے، چائے پی کے نکلا ہوں۔

فقیر حسین: ایک کپ ہی پی لو۔ مجھے یقین ہے سعیدہ تمھارے باورچی سے بہتر چائے بناتی ہے۔

احمد علی: پھر وہی۔ اچھا بابا پلوا دو۔ چینی نہیں ڈالنی بیٹی۔

سعیدہ (جاتے ہوئے) جی اچھا۔

چند لمحوں کی خاموشی۔ احمد ایسے ہی کتاب الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔

احمد علی: کیا پڑھ رہے ہو۔ مجھے تو وقت ہی نہیں ملتا کچھ پڑھنے کا۔

فقیر حسین: حالاں کہ سکول کے زمانے میں تم ہم سب سے زیادہ کتابیں پڑھا کرتے تھے۔

احمد علی: (ہنستے ہوئے) شاید اسی لیے میرا کوٹہ تم سے پہلے ختم ہو گیا ہے۔ بیٹا کدھر ہے تمھارا۔

فقیر حسین: کہیں گیا ہوا ہے؟

احمد علی: کس کلاس میں پڑھتا ہے۔ اب ماشاءاللہ!!

فقیر حسین (ایک دم رنجیدہ سا ہو کر) فورتھ ائیر میں پڑھ رہا تھا۔ اب چھوڑ دیا ہے۔

احمد: بھئی! اسے سمجھایا ہوتا تم نے۔ تعلیم تو۔۔۔ میرا خیال ہے، بہت ضروری ہے۔

فقیر حسین: تمھارا کیا خیال ہے، میں نے نہیں سمجھایا ہو گا۔

احمد: ہاں۔ وہ تو۔۔۔ مگر۔۔۔۔ وہ تو خاصا ذہین بچہ نہیں تھا؟ مجھے یاد پڑتا ہے ایک دو دفعہ اس کی تصویر بھی آئی تھی اخبار میں کسی DEBATE وغیرہ کے سلسلے میں؟؟

فقیر حسین: ہاں مگر اب پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ سارا سارا دن آوارہ گھومتا رہتا ہے۔

احمد: اسے میرے پاس بھجوا دو۔۔۔۔ میں فیکٹری میں کہیں۔۔۔۔

(فقیر حسین کو متاثر دیکھ کر)

میرا مطلب ہے کسی اچھی جگہ پر لگا دوں گا۔

فقیر حسین: مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور ایسے میں اسے تمھارے پاس بھیج کر کوئی شکایت نہیں سننا چاہتا۔

احمد علی: دراصل یہ علاقہ بھی بہت فضول ہے۔ اچھے علاقے اور اچھی صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے کردار پر۔

فقیر حسین: ہاں شاید۔

احمد علی: تم کسی بہتر علاقے میں کیوں نہیں شفٹ ہو جاتے۔

فقیر حسین: کیسی باتیں کرتے ہو۔ اسی مکان کی آڑ میں تو میری سفید پوشی نبھ گئی ہے۔۔۔ ورنہ میری تنخواہ تو۔۔۔۔ اور اب تو دو مہینے بعد میں ریٹائر ہونے والا ہوں۔ اس چھت کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔

احمد علی: میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس مکان کو بیچ کر کسی بہتر آبادی میں مکان خرید لو۔۔۔ ادھر سیٹلائیٹ ٹاؤن وغیرہ میں۔

فقیر حسین: دراصل مجھے اس گھر کی عادت سی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔ تیس برس کا ساتھ ہے۔ اس سے جدا ہونے کا میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔

احمد: یہ تو بڑی بچگانہ سی جذباتیت ہے۔۔۔ بہتر مستقبل کے لیے چند چھوٹی موٹی یادوں کو تو قربان کرنا ہی پڑتا ہے، نئے مکان تو ترقی کا زینہ ہوتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

فقیر حسین: یہ مکان نہیں ہے احمد علی، گھر ہے، میرا گھر، شہر کی زندگی اس کے مکانوں سے نہیں گھروں سے عبارت ہوتی ہے۔

احمد: (پریشان ہو کر ہنستے ہوئے) کتابیں پڑھ پڑھ کر تم فقرے، بہت اچھے بولنے لگ گئے ہو۔

(سعیدہ ایک ٹرے میں چائے اور بسکٹوں کی پلیٹ لاتی ہے۔)

احمد: ارے بھئی یہ کیا ہے؟ میں نے صرف چائے کی حامی بھری تھی۔

سعیدہ: یہ بسکٹ میں نے خود بنائے ہیں۔ گھر میں، لیجیے۔۔۔۔ چکھیے تو سہی۔

فقیر حسین: سعیدہ کو بڑا شوق ہے ان باتوں کا۔۔۔۔ عجیب عجیب الٹی سیدھی چیزیں بناتی رہتی ہے اور ہر تجربے میں تختہ مشق مجھے بننا پڑتا ہے۔

سعیدہ: (پیار بھرے شکوے سے) ابو!! اتنی انسلٹ (INSULT) تو نہ کیجیے میرے کھانوں کی۔

(احمد اور فقیر ہنستے ہیں۔ احمد ایک دم کسی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔)

احمد: اچھا بھئی فقیر حسین۔ میں اب چلتا ہوں۔ پرسوں دوپہر کا کھانا تم سب لوگ میری طرف کھاؤ گے۔

فقیر حسین: کیا مطلب؟

احمد: کیوں؟

فقیر حسین: وہ اس لیے کہ۔۔۔۔ لاجواب سا ہو کر بات بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

احمد: بے کار کی ضد نہ کرو فقیر حسین۔ تم نے خواہ مخواہ اپنے گرد یہ تنہائی کی دیوار تان رکھی ہے۔ تمھارا میرا خون کا رشتہ ہے۔ میرے گھر آنے سے تمھاری عزت کچھ گھٹ نہیں جائے گی۔

فقیر حسین: نہیں یہ بات نہیں۔ دراصل۔۔۔۔

احمد: (اٹھتے ہوئے) پرسوں دوپہر ایک بجے۔۔۔۔
سعیدہ سے یہ تمھارے ذمے ہے بیٹی۔

سعیدہ: (حیرت سے) مم میں۔۔۔۔ میرے۔

احمد: (فقیر حسین) مجھے تم سے ایک اور بات بھی کرنی ہے۔ اب بھولنا نہیں۔ اچھا خدا حافظ۔

احمد جاتا ہے۔ دونوں باپ بیٹی چند لمحے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

سین نمبر ۶

(احمد علی کا ڈرائنگ روم۔)

(عابد علی اور احمد علی۔)

احمد: وہ لوگ آجائیں تو یوں سمجھو آدھا کام ہو گیا۔

www.ilmkidunya.com

عابد: آپ خواہ مخواہ انھیں اتنی Importance دے رہے ہیں۔ کیا ضرورت ہے اتنا لمبا چکر کاٹنے کی۔ اگر آرام سے جگہ خالی نہیں کرتے تو میرے پاس ایسا انتظام ہے کہ وہ ایک ہفتے میں تیر کی طرح سیدھے ہو جائیں گے اور کسی کو کانوں خبر نہیں ہو گی۔

احمد: ہر کام کرنے سے پہلے اس کے نفع نقصان کے تمام پہلوؤں کو دیکھ لینا چاہیے۔ تم فقیر حسین کو نہیں جانتے۔۔۔ وہ ایسا آدمی نہیں جسے لالچ سے خریدا یا خوف سے جھکایا جاسکے۔ میں کوئی غلط قدم اٹھا کے اپنا آٹھ کروڑ کا منصوبہ خراب نہیں کرنا چاہتا۔

عابد: اوہو ڈیڈ۔ ایک تو میں آپ کی ان احتیاطی تدابیر سے بہت تنگ ہوں۔

سین نمبر ۱۴

(احمد۔ فقیر حسین۔)

احمد: میری بات سمجھنے کی کوشش کرو فقیر حسین۔۔۔ تمھیں رقم کی ضرورت ہے۔۔۔ اختر کی تعلیم کے لیے سعیدہ کی شادی کے لیے۔

فقیر حسین: اللہ مالک ہے۔

احمد: آخر تمھیں اعتراض کیا ہے۔ میں تمھیں اس مکان سے بہتر مکان دے رہا ہوں۔ تیس چالیس ہزار اس کے علاوہ دے رہا ہوں۔ اب تم بلاوجہ ضد کرو تو اور بات ہے۔

فقیر حسین: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم مجھ پر یہ خصوصی عنایت کیوں کر رہے ہو۔

احمد: اس لیے کہ تم۔۔۔ تم میرے بھائی ہو۔

فقیر حسین: اگر یہ بات ہوتی تو یقین کرو میں تمھارے ایک دفعہ کہنے پر بغیر ایک پیسہ لیے مکان خالی کر دیتا چاہے مجھے فٹ پاتھ پر ہی کیوں نہ رہنا پڑتا۔ مگر اس طرح نہیں احمد علی۔۔۔ اس طرح نہیں۔

احمد: اچھا چلو مان لیا کہ اس میں میرا بھی فائدہ ہے۔۔۔ تو کیا تم میرے فائدے میں خوش نہیں ہو۔

فقیر حسین: ضرور ہوتا۔ اگر تم نے مجھے یہ بھائی چارے کا چکر نہ دیا ہوتا۔ زندگی میں ہمیشہ مجھے ایک چیز سے شدید نفرت رہی ہے اور وہ یہ کہ کوئی مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرے، میرے اعتماد کو دھوکہ دے۔ تمھارا میرے گھر آنا اور مجھے یہ دعوت دینا صرف اس لیے تھا کہ تم رشتہ داری کی آڑ لے کر مجھ سے سودا کرنا چاہتے تھے۔ یقین کرو اگر تم نے براہِ راست مجھ سے یہ بات کہہ دی ہوتی تو شاید میں مان جاتا لیکن اب نہیں۔

احمد: اوہو۔ اچھا بابا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ معاف کرو۔۔۔ اب غصہ تھوک دو۔

فقیر حسین: (بے قراری سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے، تم کتنی آسانی سے دو منٹ میں تین مختلف باتیں کر لیتے ہو۔۔۔ مگر مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا۔۔۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں آج بھی ایک غریب اور تنگ دست انسان ہوں اور تم اتنے بڑے کاروبار کے مالک ہو۔ لیکن احمد علی۔۔۔ مجھے اپنے فیصلے پہ ندامت نہیں ہے۔۔۔ میں جب کبھی اپنی اس کانٹوں بھری زندگی کو دیکھتا ہوں تو مجھے پھولوں کے نہ ہونے کا احساس

www.ilmkidunya.com

تو ضرور ہوتا ہے لیکن پچھتاوا نہیں ہوتا۔۔۔۔ بوڑھے تو ہم دونوں ہو چلے ہیں احمد علی۔۔۔۔ زندگی تو ہم دونوں کی گزر گئی ہے مگر میں سمجھتا ہوں میں تمھاری نسبت بہت بہتر طور سے جیا ہوں۔

احمد: تمھاری اسی منطق نے تمھیں تباہ کیا ہے۔۔۔ کیا بہتری ہے تمھاری زندگی میں؟ کس بات کی سزا دے رہے ہو تم اپنی اولاد کو؟ اس بھوکے ننگے محلے میں کس کو پروا ہے تمھاری۔۔۔ اپنے خیالوں کی دلدل سے نکلو فقیر حسین۔ زندگی کو چھو کر دیکھو کہ وہ کیسی ہوتی ہے؟

فقیر حسین: تتلیاں دور سے ہی اچھی لگتی ہیں احمد علی۔۔۔ چھو لو تو صرف ان کے رنگ ہاتھوں میں رہ جاتے ہیں۔۔۔ تتلیاں یا مر جاتی ہیں یا اڑ جاتی ہیں۔

احمد: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مکان میرے ہاتھ نہیں بیچو گے۔

فقیر حسین: نہیں۔

احمد: یعنی تم میری ایک غلطی کی سزا اپنی اولاد کو دو گے۔

فقیر حسین: اپنی اولاد کے بارے میں مجھے تم سے زیادہ فکر ہے۔

احمد: اچھا بابا۔۔۔ کہہ دیا نا اب جانے دو۔۔۔ معاف کر دو۔

عابد: (قدم آگے بڑھاتے ہوئے) غصے سے، آپ کیوں اتنی منتیں کر رہے ہیں ڈیڈ۔۔۔۔ TO HELL WITH IT نہیں بیچتے تو نہ بیچیں۔۔۔ ہم میں زور ہو گا تو ہم خود لے لیں گے۔

فقیر حسین: (طنزیہ انداز میں) ماشاءاللہ۔

احمد: تم بیچ میں نہیں بولو عابد۔ جاؤ اندر جاؤ۔

عابد: میں بہت دیر سے آپ کی باتیں سن رہا ہوں ڈیڈ۔۔۔۔ یہ آپ کے کزن صاحب کچھ زیادہ ہی ہیرو بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ ایسے آدمی پیار و محبت کی زبان نہیں سمجھتے۔

احمد: عابد!!!

عابد: پلیز ڈیڈ۔۔۔ آپ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیجیے۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں کیسے نہیں چھوڑتے مکان یہ لوگ۔۔۔ اگر یہ ہاتھ جوڑ کر معافی نہ مانگیں تو میرا نام عابد نہیں۔

فقیر حسین: شکریہ! احمد علی۔۔۔ میرے خیال میں اب اس کے بعد ہمارے یہاں رکنے کی مزید گنجائش نہیں رہی۔ تمھاری اس پہلی اور آخری دعوت کا بہت بہت شکریہ، میرے بچوں کو بُلوا دو۔

عابد: بچوں سے بہت پیار لگتا ہے۔

فقیر حسین: ہاں! لیکن انسان کے بچوں سے۔

عابد: اوہ۔ شٹ اپ۔۔۔ مجھے ابا جان کا لحاظ ہے ورنہ۔

فقیر حسین: فکر نہ کرو۔۔۔ اگر یہی حالات رہے تو ابا جان کا لحاظ بھی نہیں رہے گا تمھیں۔ (دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے) سعیدہ، اختر۔ بھئی کہاں ہو تم۔۔۔

www.ilmkidunya.com

سین نمبر ۱۵

(فقیر حسین کا گھر)

سعیدہ: آخر آپ بتاتے کیوں نہیں۔ کیا بات ہوئی تھی وہاں۔

فقیر حسین: کہنا نا کچھ نہیں۔ بڑوں کی باتوں میں بچے دخل نہیں دیا کرتے۔

اختر: (وقفہ) یہ عابد آپ کی طرف ایسے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا۔

فقیر حسین: (نظریں چراتے ہوئے) کب۔۔۔ میں نے تو نہیں دیکھا۔

اختر: ضرور ان لوگوں نے آپ سے کوئی زیادتی کی ہے۔

فقیر حسین: (غصہ دباتے ہوئے) یہ ایک دم تمھارے دل میں میری محبت کیسے جاگ پڑی ہے۔۔۔ تم جاؤ اپنی موج کرو۔ آوارہ گردوں میں اٹھو بیٹھو، میرے عمر بھر کے کمائے ہوئے نام پر مٹی ڈالو۔

اختر جھنجھلا کر کمرے سے نکل جاتا ہے۔ فقیر حسین کمبل کھینچ کر اوپر لیتا ہے۔ سعیدہ چند لمحے کچھ سوچتی رہتی ہے۔ پھر کمرے سے نکل جاتی ہے۔

(دہلیز)

امجد اسلام امجد (۱۹۴۴ء۔ ۲۰۲۳ء)

ایک پاکستانی اردو شاعر، ڈراما نگار اور گیت نگار تھے۔ ۵۰ سال پر محیط کیریئر میں انہوں نے چالیس سے زائد کتابیں تصنیف کی۔ انھیں اپنے ادبی کام اور ٹی وی کے لیے اسکرین پلے کے لیے بہت سے اعزازات ملے، جن میں تمغائے حسن کارکردگی اور ستارۂ امتیاز شامل ہیں۔

امجد اسلام کی پیدائش ۴ اگست ۱۹۴۴ کو لاہور میں ہوئی۔ انھوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے اپنے کیریئر کے آغاز ایم اے او کالج لاہور کے شعبہ اردو میں استاد کی حیثیت سے کیا۔

۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۹ء کے درمیان امجد اسلام امجد پاکستان ٹیلی ویژن نیٹ ورک کے ڈائریکٹر رہے۔ ۱۹۸۹ء میں انھیں اردو سائنس بورڈ کا ڈائریکٹر بنادیا گیا۔ انھوں نے چلڈرن لائبریری پروجیکٹ میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی تھیں۔ امجد اسلام امجد اپنی علمی ادبی خدمات کے صلے میں تمغائے حسن کارکردگی اور ستارۂ امتیاز سے نوازے گئے ہیں۔ ان کی شخصیت پر تقریباً دس سے زائد تنقیدی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

امجد اسلام امجد کی وفات ۱۰ فروری ۲۰۲۳ء کو لاہور میں دل کا دورہ پڑنے ہوئی۔ ان کے شعری مجموعوں میں شامل ہیں: "بارش کی آواز"، "شام سرائے"، "اتنے خواب کہاں رکھوں"، "نزدیک"، "یہیں کہیں"، "ساتواں در"، "فشار"، "سحر آثار"، "ساحلوں کی ہوا"، "محبت ایسا دریا ہے"، "برزخ"، "اس پار"

مشق

۱۔ امجد اسلام امجد کے لکھے ہوئے اس ڈرامے کی ٹی وی ریکارڈنگ انٹرنیٹ سے نکال کر یوٹیوب چینل پر دیکھیے (خاص طور پر شامل نصاب حصہ)۔ اس کے بعد اس ڈرامے کے موضوعات اور اسالیب (اخلاقی، معاشرتی، معاشی نکات) پر تبصرہ کرتے ہوئے سین نمبر ۴ پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

۲۔ امتیاز علی تاج کے معروف ڈرامے 'انارکلی' کے مکالمے سن کر خاص طور پر شہزادہ سلیم کے، شدت تاثر کے حامل مکالموں پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

۳۔ درج ذیل عبارت میں اردو افسانے کے آغاز و فروغ میں اہم کردار ادا کرنے والے مختصر عناصر بیان کیے گئے ہیں۔ ان اشارات کے مطابق اس عبارت کی تفہیم/تنقید و تجزیہ/تبصرہ کریں۔

''بیسویں صدی کے آغاز میں افسانے کی ترویج و اشاعت میں ہندوستانی رسائل اور اخبارات نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ رسالہ ''معارف''، ''مخزن'' اور ''اُردوئے معلیٰ'' وغیرہ نے افسانوی ادیبوں کو سہارا دیا اور اِس نووارد صنفِ سخن کو توانا بنانے میں بہت مدد کی۔ افسانے کو اُردو میں متعارف کروانے والوں میں اوّلیت کی بحث سے قطع نظر سجاد حیدر یلدرم اور پریم چند کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم کے توسط سے اُردو افسانوں میں رُومانویت کی لہر در آئی اور پریم چند نے اصلاحی و حقیقی رنگ کو اپنے افسانوں میں متعارف کروایا۔''

۴۔ درج ذیل پیراگراف کا مطالعہ کیجیے اور ڈرامے کے اجزا اور ادبی محاسن کے حوالے سے دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

''ڈراما ایک ایسی صنفِ ادب ہے جس کے لیے عمل ناگزیر ہے لہٰذا، اس کی پیشکش کے لیے کرداروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ارسطو کے بیان کے مطابق ڈرامے کے اجزائے ترکیبی میں قصہ اور پلاٹ، کردار، الفاظ، خیال آرائی اور موسیقی شامل ہیں۔ ارسطو ان اجزا میں پلاٹ کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جبکہ بعد ازاں کرداروں کو قابلِ ترجیح سمجھا جانے لگا۔ ڈرامے کا پلاٹ سادہ اور مرکب دونوں اقسام کا ہو سکتا ہے۔ ایسا پلاٹ جو چند واقعات کا مجموعہ ہو اور ان کی آپس میں وابستگی محض زمانی ہو، پلاٹ کہلاتا ہے۔ وحدتِ عمل اور ایجاز و اختصار اس کا بنیادی تقاضا ہے۔ ''کشمکش'' اور ''تصادم'' بھی ڈرامائی عمل کو تیز کرتے ہیں۔ پلاٹ کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ آغاز، ارتقا، نقطۂ عروج، تنزّل اور اختصار۔ موجودہ زمانے میں فلیش بیک کی تکنیک بھی استعمال کی جاتی ہے''۔

الف۔ ڈرامے کے لیے کیا چیز ناگزیر ہے؟

ب۔ ڈرامے کے اجزائے ترکیبی بیان کیجیے۔

ج۔ ارسطو کے نزدیک ڈرامے میں پلاٹ یا کردار میں سے کس کی اہمیت زیادہ ہے؟

د۔ ڈرامے کا بنیادی تقاضا کیا ہے؟

ر۔ پلاٹ کی ترتیب بیان کیجیے۔

www.ilmkidunya.com

۵۔ مصنف اور قاری کے نقطۂ نظر کو سمجھتے ہوئے "دہلیز" کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

❖ متشابہات (متشابہ الفاظ)

اردو زبان میں بے شمار الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے لیکن معانی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مزید یہ کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے مگر اعراب اور معانی مختلف ہیں۔ ان کے علاوہ ہم صوت یعنی ہم آواز الفاظ بھی ہوتے ہیں۔ الغرض ایسے الفاظ جن کی ظاہری شکل ملتی ہو لیکن وہ املا، معانی اور اعراب میں مختلف ہوں، متشابہ الفاظ کہلاتے ہیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل متشابہ الفاظ کو پہچان کر اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

اثر، عصر　　امارت، عمارت　　پَر، پُر　　قلب، کلب

۷۔ درج ذیل سابقوں اور لاحقوں سے لفظ بنا کر انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

بے، وار، با، مند، ان، نیم، خانہ، گاہ

سرگرمی

استادِ محترم / استانی صاحبہ کی رہنمائی میں کالج لائبریری میں جائیں۔ اس میں اردو افسانوں اور ڈراموں کے مجموعوں کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھتے ہوئے اس کا استعمال کریں اور اپنی پسند کی کوئی ایک کتاب تلاش کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- ڈرامے کے اجزائے ترکیبی بیان کرتے ہوئے اسالیبِ نثر میں فرق و امتیاز کو واضح کریں۔
- طلبہ و طالبات کو کتب خانے کا دورہ کروائیں اور فہرست سازی کے اصولوں سے آگاہ کروائیں۔ انھیں کیٹلاگ سے کتاب تلاش کرنے کی مشق کروائیں۔
- طلبہ کو اُردو ڈرامے کے آغاز و ارتقا، اجزا اور موضوعات و تجربات کے حوالے سے ایک جامع لیکچر دیں تاکہ طلبہ ڈرامے کے اجزا اور ادبی محاسن کی خود بھی شناخت کر سکیں۔

www.ilmkidunya.com